کرنے والوں کے ساتھ ہے"!

اسکے بعد ارشاد ہوتا ہے اب کمربستہ ہو جاؤ اب تمہارے ایمان اور یقین کے امتحانات آنے والے ہیں یہ نہ سمجھنا کہ ہجرت کے بعد مدینے میں تمہیں گوشۂ عافیت مل گیا ہے۔

ستاروں کے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۝

ابھی تو ہم بھوک سے جان و مال کے نقصان سے اور طرح طرح کی تکلیفوں سے تمہیں آزمائیں گے — اس سے آگے ۲۲ رکوعوں میں دو مضامین کی لڑیاں ہیں جو باہم پیوست چلی گئی ہیں گتھی ہوئی، ایک میں یہ مقصد عظیم، یہ ذمہ داری، یہ فرض منصبی جو امت کے کندھوں پر آئی اس کے لیے جہاد فی سبیل اللہ، قتال فی سبیل اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب اور تشریح ہے۔ اور دوسری لڑی مشتمل ہے شریعت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ابتدائی خاکہ پر جو اس سورۂ بقرہ کے اندر تیار ہو گیا ہے، اس لیے کہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں اب مسلمانوں کا ایک آزاد معاشرہ قائم ہو گیا تھا جہاں وہ اپنی حکومت سے اپنے معاملات اپنی مرضی سے طے کر سکتے تھے۔ لہٰذا ابتدائی احکام دیئے گئے کھانے پینے کی حلت و حرمت، وصیت کا قانون، قانون قصاص، روزے کی فرضیت، حج کے احکام، شادی بیاہ اور طلاق کے احکام۔ یہ تمام احکام جن سے شریعت کا ابتدائی ڈھانچہ تیار ہوا ہے، سورۂ بقرہ میں آگئے ہیں۔

اور اسی کے بین بین کچھ عظیم آیاتِ حکمت و معرفت کے بڑے عظیم خزانے ہیں جو گویا نگینوں کی طرح جڑ دیئے گئے ہیں انہی میں آیت البر ہے جس میں نیکی کی حقیقت کا بیان ہے، آیۃ الکرسی ہے کہ جس میں توحید کا بیان ہے نہایت جامعیت کے ساتھ اور آخیر میں وہ دو آیتیں جن کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ خاص عرش باری تعالیٰ کے نیچے کے خزانوں میں سے دو خزانے ہیں جو حضور کو شب معراج میں امت کے لیے بطور تحفہ عطا ہوئے تھے۔

اٰمَنَ الرَّسُولُ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ ۚ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَـٰٓئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ ۔

اور اس کے بعد آتی ہے ایک عظیم دعا:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ط وَاعْفُ عَنَّا وقف وَاغْفِرْ لَنَا قف وَارْحَمْنَا وقف أَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ٥

اے ہمارے پروردگار! اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطا ہو جائے تو ہمارا مؤاخذہ نہ فرمائیے! اے ہمارے پروردگار اور ہم پر ایسا بوجھ مت رکھ جیسا کہ تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر رکھا۔ اے ہمارے پروردگار! ہم سے وہ چیز نہ اٹھوائیے جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں اور ہمیں معاف کیجئے اور ہم کو بخش دیجئے اور ہم پر رحم فرمائیے۔ آپ ہمارے مولیٰ ہیں پس کفار کی قوم پر ہماری مدد فرمائیے۔ آمِیْنَ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ!

بارک اللہ لی ولکم فی القرآن العظیم

ونفعنی وایاکم بالآیات والذکر الحکیم

****

بقیہ: قرآن اور رمضان المبارک کا ربط و تعلق

— ہم نے اسے مضبوطی سے نہیں تھاما۔ گمراہ ہوئے، ذلیل ہوئے، خوار ہوئے۔ بقول اقبالؔ ؎

خوار از مہجوریٔ قرآں شدی — شکوہ سنج گردش دوراں شدی

اے چوں شبنم بر زمیں افتندۂ — در بغل داری کتاب زندۂ

وہ کتاب زندہ ہمارے پاس موجود ہے، اس کی طرف رجوع کیجئے! اس کی طرف توجہ دیجئے! اس کو پڑھیئے! اس کو سمجھیئے! اس پر عمل کیجئے اور ہر مسلمان اس کا پرچارک بن جائے۔ مبلغ بن جائے۔ جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً۔ ”پہنچاؤ میری جانب سے خواہ ایک ہی آیت پہنچاؤ۔“

بارک اللہ لی ولکم فی القرآن العظیم ونفعنی وایاکم بالاٰیٰت والذکر الحکیم۔

(دوسری قسط)

قرآن اور رمضان المبارک کا ربط و تعلق

ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک اہم خطاب

لیکن انسانوں کے لیے جب یہ کلام نازل کیا گیا ہے تو غور طلب بات یہ ہے کہ ان کے لیے اس کلام ربانی میں افادیت کے پہلو کون کون سے ہیں! ایک شئے اپنی جگہ پر بہت عظیم ہے لیکن فرض کیجئے کہ مجھے اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو رہا تو وہ اپنی جگہ عظیم ہوا کرے۔ لیکن یہاں قرآن حکیم افادیت کے چند اہم پہلو بیان کرتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝

"اے لوگو! تمہارے پاس وہ شئے آگئی ہے"۔ اب آگے اس شئے کی افادیت کے اعتبار سے چار الفاظ استعمال کیے گئے۔ پہلا یہ کہ "وہ موعظہ ہے نصیحت ہے"۔

(میں ابھی عرض کروں گا کہ ان چاروں الفاظ کے مابین ربط کیا ہے۔! جو یہاں بیان ہوئے ہیں۔) دوسرا یہ کہ "وہ شفاء" لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ہے"۔ سینوں کے اندر جو روگ ہیں وہ ان کا مداوا ہے، ان کی دوا ہے، ان کا علاج اور ان کے لیے شفا ہے۔ تیسرا یہ کہ "ھدیٰ ہے، ہدایت ہے"۔ میں نے سورۂ بقرہ کی جو آیت آپ کو رمضان سے متعلق سنائی تھی اس میں اس ہدایت کے لیے تین الفاظ آئے ہیں: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ وہاں ہدایت کو تین پہلوؤں سے بیان کیا گیا۔ یہاں زیادہ جامع مضمون ہے لہٰذا ھُدًی (ہدایت) کا ایک لفظ آیا۔ اور چوتھا یہ کہ: "وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ"۔ اور وہ اہل ایمان کے حق میں رحمت ہے۔

پہلے تو ان چار الفاظ اور ان چار چیزوں کو سمجھئے۔ دیکھئے اگر ہم میں سے کسی شخص کی طبیعت میں نیکی اور خیر کی طرف کوئی جذبہ ابھرے، کوئی داعیہ بیدار ہو، اسے سب سے پہلا احساس یہ ہوگا کہ اس کے دل میں کچھ سختی سی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دل کے اوپر کچھ خول سا آگیا ہے۔ کوئی CRUST ہے۔ یہ چیزیں درحقیقت

نیکی اور خیر کی طرف پیش قدمی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ اگر کسی شخص کا معدہ خراب ہے، اس کی انتڑیوں میں جذب کرنے کی صلاحیت نہیں ہے تو اسے آپ اعلیٰ سے اعلیٰ دوائیاں بھی دیدیں اور وہ جذب ہی نہ ہو رہی ہوں تو فائدہ کیسے کریں گی! وہ تو جب خون میں داخل ہوں، خون میں جذب ہوں تو ان سے افاقہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کوئی اور طریقہ اختیار کرتے ہیں اور طے کرتے ہیں کہ اُسے انجکشن لگوائے جائیں۔ اس لیے کہ معدہ تو جذب نہیں کر رہا۔ لہٰذا کسی اور راستہ سے دوا اندر پہنچائیں۔ تو پہلی بات یہ سمجھے کہ دل میں اگر سختی آ چکی ہے تو کوئی شے اُس پر اثر انداز نہیں ہوگی۔ اُس میں جذب نہیں ہوگی۔ پہلی ضرورت یہ ہوگی کہ دل پر جو خول، جو CRUST آگیا ہے، اُس میں نرمی پیدا کی جائے۔ اس میں گداز ہو، اس میں حق کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ اب اس دل کی سختی کا معاملہ بھی میں آپ کے سامنے رکھ دوں۔ قرآن مجید میں دو مقامات پر اس کا ذکر آیا ہے خاص طور پر مذہبی طبقات کے دلوں میں جو سختی اور قساوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اُسے بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۃ البقرہ میں یہود اور خاص طور پر ان کے علماء کے دلوں کی سختی کا ذکر بایں طور کیا گیا کہ: ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ط "پھر تمہارے دل سخت ہو گئے اس کے بعد وہ پتھروں کے مانند ہو گئے بلکہ سختی میں ان سے بھی بڑھ گئے"۔ آیت کے اگلے حصے میں اس مضمون کو مزید واضح کیا گیا کہ "پتھروں میں تو ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو شق ہو جاتے ہیں یعنی پھٹ جاتے ہیں تو ان میں سے پانی برآمد ہو جاتا ہے (یعنی چشمہ پھوٹ بہتا ہے) اور پتھروں میں وہ بھی ہوتے ہیں جو گر جاتے ہیں اللہ کے خوف اور خشیت سے"۔ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ط وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ط وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ط ——— لیکن انسان کا دل جب سخت ہوتا ہے تو اس کی سختی کا مقابلہ اس کائنات کی کوئی شے نہیں کر سکتی۔[1] یہی بات سورہ حدید میں مسلمانوں کو خطاب کرکے فرمائی گئی کہ مسلمانو! وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ط وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ○ "اور ان لوگوں کے مانند نہ ہو جانا جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی لیکن جب ایک طویل مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور اسی باعث ان کی اکثریت فساق و فجار پر مشتمل ہے"۔ یہ بات نہیں تھی کہ ان کے پاس اللہ کی کتاب نہ ہو۔ کتاب موجود تھی وہ اس کی تلاوت بھی کیا کرتے تھے۔ ان کو مخاطب کرکے متعدد مقامات پر فرمایا گیا ہے: وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ـــ "تم کتاب پڑھا کرتے ہو" یعنی تمہارے پاس کتاب موجود

---

[1] برصغیر پاک و ہند میں فرقہ وارانہ، مسلکی، علاقائی، لسانی فسادات کے مواقع پر جو کچھ ہوتا رہتا ہے وہ اس بات پر شاہد ہے کہ جب انسانوں کے بھی دل سخت ہو جاتے ہیں تو وہ بربریت میں وحشی درندوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیتے ہیں۔

ہے۔ اگرچہ اس کے اندر کچھ تحریف ہوگئی تھی۔ اگرچہ اس میں تھوڑا بہت تغیر و تبدل بھی ہوگیا تھا۔ بایں ہمہ کتاب کا جتنا صحیح حصہ ان کے پاس تھا، اس سے بھی وہ فائدہ نہیں اٹھا رہے تھے۔ ایسا کیوں ہوگیا؟ یہ دل کی سختی ہے۔ تو سب سے پہلے کرنے کا کام کیا ہے؟ اب آپ غور کیجئے۔ اب ہر شخص اپنے گریبان میں جھانکے اپنے دل کو ٹٹولے کہ کہیں اس میں سختی تو نہیں!

اس موقع پر ایک بات یہ بھی عرض کر دوں کہ اس کا معاملہ انسان کے احساس سے بھی ہے۔ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کے سینہ میں پتھر ہو اور آپ کو پتہ تک نہ ہو۔ اور ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ذرا سی سختی آئی ہو اور آپ پریشان ہو جائیں۔ یہ ہے انسان کے اپنے احساس اور حس کی بیداری کا معاملہ۔ چنانچہ منافق کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نفاق وہ مرض ہے کہ: ما امنہ الا منافق وما خافہ الا مؤمن۔ "اس سے اپنے آپ کو محفوظ و مامون سمجھتا ہے صرف منافق! اور اپنے بارے میں اس کا اندیشہ اور خوف رکھتا ہے صرف مومن!" مومن کو ڈر لگا رہتا ہے کہ ایمان کی جو تھوڑی بہت پونجی میرے پاس ہے، کہیں وہ ہاتھ سے چلی نہ جائے۔ جس کے پاس ایمان کی رمق بھی موجود نہیں۔ اُسے کہاں کا اندیشہ! بقول غالب۔

رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں رہزن کو۔ جب ساری دولت چلی گئی تو اب کوئی مجھ پر کیا ڈاکہ ڈالے گا! لہٰذا پاؤں پھیلا کر سوتا ہوں۔ تو جس کے پاس ایمان نہیں ہے وہ تو بے فکر ہو جاتا ہے، جس کے پاس ایمان کی پونجی ہے وہ ڈرتا رہتا ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ایک مومن سے اگر کبھی گناہ کا صدور ہو جاتا ہے، تو وہ ایسے محسوس کرتا ہے جیسے پہاڑ تلے آگیا ہے"۔ اتنا بوجھ اس کے احساس پر ہوتا ہے کہ میں یہ کیا کر بیٹھا! اور ایک منافق جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اُسے بھی تھوڑا سا محسوس تو ہوتا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی پیاری مثال دی ہے کہ "اُسے بس اتنا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کسی کی ناک پر مکھی بیٹھ گئی تھی اُسے اس نے اڑا دیا"۔ اپنی اپنی باطنی کیفیات کے اعتبار سے یہ احساسات کا فرق ہے۔ اسی سلسلہ میں مجھے ایک واقعہ یاد آیا تھا جس کے لیے میں نے یہ تمہید اٹھائی ہے۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک وفد باہر سے آیا تھا۔ اس وفد کے سامنے قرآن پڑھا گیا۔ قرآن ان کے دل پر جا کر تیر کی طرح ایسے لگا ہے کہ بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ یعنی وہ کیفیت ہو گئی جس کا نقشہ قرآن مجید میں سورۃ مائدہ میں کھینچا گیا: وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ۔ "اور جب سنتے ہیں اُس کو جو نازل ہوا رسول پر تو تم ان کی آنکھوں کو دیکھو کہ ابلتی ہیں آنسوؤں سے اس

وجہ سے کہ انہوں نے حق بات کو پہچان لیا۔" حضرت ابوبکرؓ نے جب وفد کی یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا: ھٰکَذَا کُنَّا حَتّٰی قَسَتِ الْقُلُوْبُ "ہمارا حال بھی کبھی یہی ہوتا تھا یہاں تک کہ ہمارے دل سخت ہو گئے"۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ وہ کیا سختی ہوگی! اس پر ہم میں سے کروڑوں کے دلوں کی نرمیاں قربان ہو جائیں ہمارا قلبی سوز و گداز، بلکہ پوری اُمت کا سوز و گداز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس کیفیت پر قربان کر دیا جائے تو بھی اُن کی قلبی کیفیت افضل رہے گی۔ لیکن یہ بات جو حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمائی یہ احساس کی شدت کا معاملہ ہے۔

بہر حال پہلا کام یہ ہے کہ دلوں پر جو خول یا غلاف (CRUST) آ گیا ہے، اس کو توڑا جائے۔ اسی لیے قرآن کے لیے اللہ تعالیٰ نے پہلا لفظ استعمال فرمایا موعظہ۔ نصیحت اس بات کو کہتے ہیں جو دل میں گداز پیدا کرنے کا ذریعہ بن جائے۔ وہ بات جو دل میں جا کر تیر کی طرح پیوست ہو جائے اور انسان کی طبیعت میں وہ کیفیات پیدا کر دے کہ اس کے دل میں نرمی آ جائے۔ جب یہ صورتحال پیدا ہوگی۔ اب قرآن دل کے اندر جذب ہو جائے گا اور سرائت کر جائے گا۔ اور نتیجۃً قلب کے جملہ امراض کے لیے شفا بن جائے گا۔ اسی لیے قرآن کا افادیت کے پہلو سے یہاں دوسرا وصف بیان فرمایا: وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ معدہ کی اصلاح ہو جائے تو دوا خون میں جذب ہوتی ہے اور خون پورے وجود میں سرائت کرتا ہے اور جہاں جہاں کوئی INFECTION ہے، کوئی خرابی ہے، اس کا ازالہ کرے گا۔ اسی طرح کا معاملہ قلب کا ہے۔ یہ قلب جس طرح دوران خون کا مرکز ہے اسی طریقہ سے یہ قلب ہماری نفسیاتی کیفیات اور ہماری روح کا مرکز و مسکن ہے۔ اگر اس قلب کے اندر قرآن مجید کے انوار جذب ہو جائیں۔ یہ قلب تجلیات قرآن سے منور ہو جائے تو یہ کیفیت وہ ہوگی جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا: اَلَا فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃٌ اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ "لوگو! آگاہ ہو جاؤ۔ تمہارے جسم میں ایک لوتھڑا ایسا ہے کہ اگر وہ درست ہو جائے تو پورا وجود درست ہو جائے گا اگر اس میں فساد ہے، اس میں خرابی ہے، اس میں روگ ہے تو پورے وجود میں وہ روگ سرائت کر جائے گا۔ اور آگاہ رہو وہ لوتھڑا قلب ہے"

— اب سوال یہ ہے کہ یہ نفسیاتی اور قلبی روگ کون سے ہیں! یہ میں انجائنا کی اور تھرومبوسس اور ان عوارض قلب کی بات نہیں کر رہا جن کے متعلق ہم روز سنا کرتے ہیں کہ کل فلاں کا ہارٹ فیل ہو گیا اور آج فلاں کا — اور فلاں فلاں حضرات دل کے By Pass یا علاج کے لیے امریکہ یا یورپ جا رہے ہیں۔ یہ جو روگ ہیں یہ سب طبعی (PHYSICAL) نوعیت کے امراض ہیں۔ جن کے علاج و معالجہ سے خون کو

پمپ کرنے والا حصہ درست ہوتا ہے۔ لیکن اس قلب میں وہ روگ اور وہ امراض و عوارض کون سے ہیں جن کی طرف قرآن مجید اور احادیث شریف میں اشارہ کیا گیا ہے! وہ حُبّ دنیا ہے: كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ اور بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وہ حُبّ مال ہے (وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ) وہ حب شہرت ہے - وہ حب حشمت ووجاہت ہے - وہ حبِ اقتدار ہے۔ وہ حب شہوات ولذات ہے - یہ وہ چیزیں ہیں جنہوں نے اس دنیا کو جہنم کا نمونہ بنا دیا ہے: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ - بر و بحر میں جو مستقل فساد رونما نظر آتا ہے وہ انسانوں کے اپنی کرتوتوں کا نتیجہ ہے - وہ Heart Failure اور Thrombosis (دماغ میں انجماد خون) سے رونما نہیں ہوتا یہ امراض تو موت کے لیے بہانہ ہوتے ہیں جس کا بھی آخری وقت آتا ہے وہ چلتا بنتا ہے: وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ ان عوارض سے بچ جائے گا تو اجل معین پر کسی اور سبب سے اس دنیا کو خیرباد کہنا پڑے گا لیکن وہ اصل اعمال وافعال جنہوں نے اس دنیا کو جہنم کا نمونہ بنایا ہے وہ حرص ہے، ہوس ہے، دولت کی بے پناہ چاہت اور تمنا ہے: اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ؕ دولت کی وہ حرص کہ بڑے میاں نے بظاہر ٹانگیں قبر میں لٹکائی ہوئی ہیں لیکن دولت کی حرص ختم نہیں ہوئی۔ حالانکہ اتنی دولت موجود ہے کہ کئی کئی پشتیں آرام سے بیٹھ کر کھا سکتی ہیں۔ اس کے باوجود حرام، حلال، جائز، ناجائز غرض ہر کر ہر طریقے سے وہ دولت بڑھانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ پھر حسد ہے، عُجب ہے، تکبر ہے، انانیت ہے، غیظ وغضب ہے - یہ ریا ہے قلب کے یہ وہ امراض ہیں جو نیکیوں کو اس طرح چٹ کر جاتے ہیں جیسے دیمک لکڑی کو - یہ ہیں قلب کے اصل امراض جن میں دنیا مبتلا ہے۔

اللہ تعالیٰ بچائے، اور اپنی پناہ میں رکھے اگر کہیں یہ امراض دینی طبقہ میں نفوذ کر جائیں تو پھر اس کا کوئی تریاق ہے ہی نہیں - یہود و نصاریٰ کے علم کو قرآن نے کبھی چیلنج نہیں کیا۔ قرآن نے تو یہ کہا ہے: اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ - "جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے (مراد ہیں یہود و نصاریٰ) وہ ہمارے رسُولؐ اور قرآن کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں"۔ کیا ان کی علمی استعداد ختم ہوگئی تھی! کیا وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تورات اور انجیل میں کیا پیشین گوئیاں ہیں!!۔ لیکن اس پوری علمی استعداد کی نفی کر دینے والی شے تھی دولت کی محبت، مال کی محبت، حیات دنیا کی محبت: وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۔ ان اہل کتاب کو دولت اور دنیا کی محبت میں تم مشرکوں سے کسی طرح کم نہیں پاؤ گے بلکہ یہ اس معاملے میں ان سے بھی بازی لے گئے ہیں۔ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ - ان میں سے ہر

ایک کی خواہش یہ ہے کہ اُس کی عمر ہزار برس کی ہو جائے۔ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ط اور ان کی یہ طویل عمری بھی ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے والی نہیں ہے۔ حُبِّ دنیا اور حبِّ مال و وجاہت کے ساتھ حق کو قبول کرنے میں ایک بڑی دوسری رکاوٹ ان اہلِ کتاب بالخصوص یہود کا حسد تھا۔ وہ اس غیظ وغضب میں جل بھن رہے تھے کہ آخری نبوت ورسالت کا تاج بنی اسمٰعیل کے ایک چشم وچراغ کو کیوں پہنا دیا گیا! یہ منصبِ جلیل محمد کو کیوں مل گیا (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ ہیں اصل میں قلب کے روگ۔ ظاہر بات ہے کہ جس کی جتنی اہمیت ہوگی اسی اعتبار سے اس کے اثرات معاشرہ پر مترتب ہوں گے۔ ایک بے چارا عام آدمی جو کسی پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ وہ اپنی دو وقت کی روٹی کمانے میں لگا ہوا ہے۔ اس میں یہ روگ ہوں گے بھی تو ان کے اثرات اس کی ذات تک محدود رہیں گے۔ لیکن اگر یہ روگ لیڈروں میں ہوں، اگر یہ بیماریاں اُن حضرات میں پرورش پا رہی ہوں جو دینی اعتبار سے سرآوردہ ہوں تو یہ متعدی بنتی ہیں۔ یہ وبائی شکل اختیار کرتی ہیں۔ اس لیے کہ جن سے خیر کی توقع ہو ان میں یہ خرابیاں آجائیں تو صورت یہ ہوگی کہ اگر نمک اپنی نمکینی کھو دے تو پھر نمکینی کہاں سے حاصل کی جائے گی؟ یہ ہے وہ چیز جس کی خبر دی تھی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمانو! يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ: "اندیشہ ہے کہ لوگوں کو ایک ایسے دور سے بھی سابقہ پڑے گا کہ: لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ۔ "اسلام میں سے باقی نہیں بچے گا سوائے نام کے"۔ دیکھ لیجئے ہماری زبانوں پر "اسلام زندہ باد" کے فلک شگاف نعرے ہیں لیکن ہماری انفرادی زندگی میں اسلام خالی خالی نظر آئے گا اور اجتماعی زندگی تو اس سے یکسر خالی ہے۔ وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ۔ "اور قرآن میں سے باقی نہیں بچے گا مگر حروف کا رسم الخط"۔ یعنی حروف والفاظ تو تا قیام قیامت محفوظ رہیں گے چونکہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ نے لے رکھی ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ لیکن اس کی کما حقہ تلاوت، اس پر غور و تدبر، اس کے اوامر و نواہی پر عمل اور ان کا اجرا، اس کی طرف نوعِ انسانی کو دعوت اور اس کی تبلیغ، یہ کام باقی نہیں رہیں گے۔ رہے بھی تو برائے نام۔ آگے حضورؐ فرماتے ہیں: وَمَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَّهِيَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰى۔ "ان کی مسجدیں آباد بہت ہوں گی لیکن ہدایت سے خالی (بباطن) ویران و خراب"۔ اس حدیث میں ایک لفظ استعمال ہوا ہے 'خراب'۔ ہم عام بول چال میں "خانہ خراب" بولتے ہیں جس کا مفہوم ہوتا ہے کہ امن و سکون اور اطمینان رخصت ہوا۔ اسی لفظ سے بابِ تفعیل سے لفظ 'تخریب' بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں، خرابی و ویرانی پیدا کرنا۔ توڑ پھوڑ کرنا۔ بدامنی پھیلانا۔ چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ ایک خاص گروہ کی جانب سے دوسرے مسلک کی مسجدوں پر زبردستی اور بزور قبضہ کرنے کے لیے بھی سب کچھ ہو

رہا ہے۔ برطانیہ میں تو باقاعدہ خون ریز فسادات ہوئے ہیں جن کی وجہ سے کئی مسجدوں کو مقفل کر دیا گیا ہے۔ تاکہ دنگا فساد رُک سکے ۔ اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ مسجدیں ہوں گی بڑی عالیشان، بہت اُونچی، تعمیر کا اعلیٰ نمونہ Well Furnished ۔ قالین بچھے ہوئے۔ ائیر کنڈیشن لگے ہوئے۔ آباد بھی ہونگیں۔ لوگ بکثرت آیا کریں گے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدٰى۔ اور اب آگے حضورؐ کا وہ ارشاد آرہا ہے جو دلوں کے روگوں سے متعلق ہے خاص طور پر جب وہ علماء و فضلاء کے طبقے کی اکثریت میں پیدا ہو جائیں: عُلَمَاءُهُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيْهِمْ تَعُوْدُ۔ "آسمان کی چھت کے نیچے ان کے علماء بدترین لوگ ہوں گے۔ انہی علماء کی طرف سے فتنہ برآمد ہوگا اور انہی میں لوٹ جائے گا" یہاں مراد ہیں علماء سو، چونکہ ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اُمتِ مرحومہ کسی دور میں بھی علماء حق اور علماء ربانی سے خالی نہیں رہے گی چاہے وہ معدودے چند ہوں۔ ان علماء سُو کا کام ہوگا: فتنہ پردازی، تفرقہ بازی، مسلمانوں کو لڑاؤ، ان کو آپس میں لڑاؤ۔ نئی نئی چیزیں ایجاد کرو، نئے نئے شعائر کا پرچار کرو، اپنی علاحدہ علاحدہ علامتیں متعین کرو تاکہ ہماری سیادتیں اور چودھراہٹیں قائم رہیں ۔ یہ ہے معاملہ دلوں کے روگوں کا:

قرآن کی عظمت کی افادیت والا دوسرا پہلو یہ ہے، کہ یہ امراض کا مداوا اور ازالہ بنے گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ دل نرم ہو چکے ہوں ورنہ قرآن ایسے گزر جائے گا جیسے چکنے گھڑے پر پانی پڑتا ہے اور بہہ جاتا ہے، جذب نہیں ہوتا۔ جب تک کہ دل کے اندر گداز نہ ہوگا، قرآن مجید کا فائدہ نہیں ہوگا۔ آپ غور کیجئے کہ مشرکین مکہ کو قرآن سنانے والے کون! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیکن کیا ابوجہل پر اثر ہوا؟ چلیئے وہ تو دوسرے خاندان سے تھا۔ ابولہب کون تھا! کوئی خاندانی یا قبائلی مغائرت ہے! لیکن کیا اس نے کوئی اثر قبول کیا؟ علماء یہود نے کوئی اثر قبول کیا جب کہ قرآن کی گواہی یہ ہے: يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ۔ جانتے بوجھتے ہوئے بھی کوئی اثر قبول نہیں کیا۔ اس لیے کہ دل سخت ہو گئے تھے۔ اس میں گداز اور نرمی مفقود تھی۔ لہٰذا پہلی چیز دلوں میں گداز پیدا کرنا ہے۔ زمین میں ہل چلا ہو تو بارش فائدہ دے گی۔ چٹیل میدان میں بارش برسی اور پانی بہہ گیا۔ ہاں زمین کو تیار کیا ہوا ہے، ہل چلایا ہوا ہے۔ اب کسی کسان سے پوچھئے کہ بارش کا برس جانا اس کے لیے کتنا خوش آئندہ ہے۔ لہٰذا قرآن مجید پہلے موعظہ ہے اور موعظہ کے بعد ہے: شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ۔

نوعِ انسانی کے لیے قرآن میں افادیت کا جو تیسرا پہلو ہے اُسے اس آیت مبارکہ میں 'ھُدًی' کے الفاظ سے تعبیر فرمایا گیا۔ یعنی قرآن سراپا ہدایت ہے۔ یہ ہدایت کیا ہے! میں جہاں تک سمجھا ہوں غور کیجئے،

ایک کی خواہش یہ ہے کہ اُس کی عُمر ہزار برس کی ہو جائے ۔ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ط
اور ان کی یہ طویل عمری بھی ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے والی نہیں ہے ۔ حُبّ دنیا اور حبِ مال و
وجاہت کے ساتھ حق کو قبول کرنے میں ایک بڑی دوسری رکاوٹ ان اہل کتاب بالخصوص یہود کا حسد
تھا۔ وہ اس غیظ وغضب میں جل بھن رہے تھے کہ آخری نبوت و رسالت کا تاج بنی اسمٰعیل کے ایک
چشم و چراغ کو کیوں پہنا دیا گیا! ۔ یہ منصب جلیل محمد کو کیوں مل گیا (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ ہیں اصل میں قلب
کے روگ ۔ ظاہر بات ہے کہ جس کی جتنی اہمیت ہوگی اسی اعتبار سے اس کے اثرات معاشرہ پر مترتب
ہوں گے ۔ ایک بے چارا عام آدمی جو کسی پر اثر انداز نہیں ہو سکتا ۔ وہ اپنی دو وقت کی روٹی کمانے میں
لگا ہوا ہے ۔ اس میں یہ روگ ہوں گے بھی تو ان کے اثرات اس کی ذات تک محدود رہیں گے ۔لیکن
اگر یہ روگ لیڈروں میں ہوں، اگر یہ بیماریاں اُن حضرات میں پرورش پا رہی ہوں جو دینی اعتبار سے سربرآوردہ
ہوں تو یہ متعدی بنتی ہیں ۔ یہ وبائی شکل اختیار کرتی ہیں ۔ اس لیے کہ جن سے خیر کی توقع ہو ان میں یہ خرابیاں
آ جائیں تو صورت یہ ہوگی کہ اگر نمک اپنی نمکینی کھو دے تو پھر نمکینی کہاں سے حاصل کی جائے گی ؟ یہ ہے
وہ چیز جس کی خبر دی تھی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فرمایا: يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَ عَلَى النَّاسِ
زَمَانٌ : " اندیشہ ہے کہ لوگوں کو ایک ایسے دور سے بھی سابقہ پڑے گا کہ : لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا
اِسْمُهٗ ۔" اسلام میں سے باقی نہیں بچے گا سوائے نام کے "۔ دیکھ لیجئے ہماری زبانوں پر " اسلام
زندہ باد " کے فلک شگاف نعرے ہیں لیکن ہماری انفرادی زندگی میں اسلام خالی خالی نظر آئے گا اور
اجتماعی زندگی تو اس سے یکسر خالی ہے ۔ وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ ۔" اور قرآن میں سے باقی
نہیں بچے گا مگر حروف کا رسم الخط "۔ یعنی حروف والفاظ تو تا قیام قیامت محفوظ رہیں گے چونکہ
اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ نے لے رکھی ہے : اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ٥
لیکن اس کی کما حقہ تلاوت، اس پر غور و تدبر، اس کے اوامر و نواہی پر عمل اور ان کا اجرا، اس کی طرف نوعِ انسانی
کو دعوت اور اس کی تبلیغ، یہ کام باقی نہیں رہیں گے ۔ رہے بھی تو برائے نام آگے حضور فرماتے ہیں : وَمَسَاجِدُهُمْ
عَامِرَةٌ وَّهِيَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰى " ان کی مسجدیں آباد بہت ہوں گی لیکن ہدایت سے خالی (بباطن)
ویران و خراب "۔ اس حدیث میں ایک لفظ استعمال ہوا ہے 'خراب'۔ ہم عام بول چال میں " خانہ خراب " بولتے
ہیں جس کا مفہوم ہوتا ہے کہ امن و سکون اور اطمینان رخصت ہوا ۔ اسی لفظ سے بابِ تفعیل سے لفظ 'تخریب'
بنا ہے ۔ جس کے معنی ہیں، خرابی و ویرانی پیدا کرنا ۔ توڑ پھوڑ کرنا ۔ بدامنی پھیلانا ۔ چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ ایک
خاص گروہ کی جانب سے دوسرے مسلک کی مسجدوں پر زبردستی اور بزور قبضہ کرنے کے لیے بھی سب کچھ ہو

رہا ہے۔ برطانیہ میں تو باقاعدہ خون ریز فسادات ہوئے ہیں جن کی وجہ سے کئی مسجدوں کو مقفل کر دیا گیا ہے۔ تاکہ دنگا فساد رُک سکے ــ اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ مسجدیں ہوں گی بڑی عالیشان، بہت اُونچی، تعمیر کا اعلیٰ نمونہ Well Furnished ــ قالین بچھے ہوئے ــ ائیرکنڈیشن لگے ہوئے ــ آباد بھی ہوں گی ــ لوگ بکثرت آیا کریں گے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدٰى ــ اور اب آگے حضورؐ کا وہ ارشاد آرہا ہے جو دلوں کے روگوں سے متعلق ہے خاص طور پر جب وہ علماء و فضلاء کے طبقے کی اکثریت میں پیدا ہو جائیں: عُلَمَآءُهُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيْهِمْ تَعُوْدُ ــ " آسمان کی چھت کے نیچے ان کے علماء بدترین لوگ ہوں گے۔ انہی علماء کی طرف سے فتنہ برآمد ہوگا اور انہی میں لوٹ جائے گا" یہاں مراد ہیں علماءِ سوء۔ چونکہ ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اُمّتِ مرحومہ کسی دور میں بھی علماءِ حق اور علماءِ ربّانی سے خالی نہیں رہے گی چاہے وہ معدودے چند ہوں ــ ان علماءِ سُوء کا کام ہوگا، فتنہ پردازی، تفرقہ بازی، مسلمانوں کو لڑاؤ، ان کو آپس میں لڑاؤ ــ نئی نئی چیزیں ایجاد کرو، نئے نئے شعائر کا پرچار کرو، اپنی علاحدہ علاحدہ علامتیں متعین کرو تاکہ ہماری سیادتیں اور چودھراہٹیں قائم رہیں ــ یہ ہے معاملہ دلوں کے روگوں کا:

قرآن کی عظمت کی احادیث والا دوسرا پہلو یہ ہے، کہ یہ امراض کا مداوا اور ازالہ بنے گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ دل نرم ہو چکے ہوں ورنہ قرآن ایسے گزر جائے گا جیسے چکنے گھڑے پر پانی پڑتا ہے اور بہہ جاتا ہے، جذب نہیں ہوتا۔ جب تک کہ دل کے اندر گداز نہ ہوگا، قرآن مجید کا فائدہ نہیں ہوگا ــ آپ غور کیجئے کہ مشرکینِ مکّہ کو قرآن سنانے والے کون! محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ــ لیکن کیا ابوجہل پر اثر ہوا؟ چلئے وہ تو دوسرے خاندان سے تھا ــ ابولہب کون تھا! کوئی خاندانی یا قبائلی مغائرت ہے! لیکن کیا اس نے کوئی اثر قبول کیا؟ علماءِ یہود نے کوئی اثر قبول کیا حب کہ قرآن کی گواہی یہ ہے: يَعْرِفُوْنَهُمْ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ــ جانتے بوجھتے ہوئے بھی کوئی اثر قبول نہیں کیا۔ اس لیے کہ دل سخت ہو گئے تھے۔ اس میں گداز اور نرمی مفقود تھی۔ لہٰذا پہلی چیز دلوں میں گداز پیدا کرنا ہے۔ زمین میں ہل چلا ہو تو بارش فائدہ دے گی ــ چٹیل میدان میں بارش برسی اور پانی بہہ گیا۔ ہاں زمین کو تیار کیا ہوا ہے، ہل چلایا ہوا ہے۔ اب کسی کسان سے پوچھئے کہ بارش کا برس جانا اس کے لیے کتنا خوش آئند ہے۔ لہٰذا قرآن مجید پہلے موعظہ ہے اور موعظہ کے بعد ہے: شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ــ

نوعِ انسانی کے لیے قرآن میں احادیث کا جو تیسرا پہلو ہے اُسے اس آیت مبارکہ میں ' هُدًى ' کے الفاظ سے تعبیر فرمایا گیا۔ یعنی قرآن سراپا ہدایت ہے۔ یہ ہدایت کیا ہے! میں جہاں تک سمجھا ہوں غور کیجئے،

اہل علم کی توجہ کے لیے عرض کر رہا ہوں۔ اس سے مراد ہے انسان کی ذہنی و فکری رہنمائی۔ اس لیے کہ ایک شخص کی عقلی اور ذہنی صلاحیت بہت اونچی ہے۔ لیکن ذہن و فکر میں کجی ہے۔ نیت میں کھوٹ ہے تو یہ اعلیٰ عقل مندی، اعلیٰ ذہانت فائدہ کے بجائے مضر ہو جائے گی۔ وہ EVIL GENIUS یعنی برائی کے حق میں غیر معمولی ذہین بن جائے گا۔ ترتیب یہ ہے کہ پہلے گداز ہو۔ پھر قلب کے امراض و رذائل کا مداوا اور ازالہ ہو: شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ہ والا معاملہ ہو۔ اب گویا پردے ہٹ گئے حجابات دور ہو گئے اب قرآن حمید انسانی فکر کے لیے رہنمائی ہے۔ انسانی سوچ کے لیے رہنمائی ہے انسانی معاشرے کے لیے رہنمائی ہے، تمدنی ارتقا کے ساتھ جو بھی نئی سے نئی پیچیدگیاں پیدا ہو رہی ہیں، جو الجھنیں بڑھ رہی ہیں جو مشکلات پیش آ رہی ہیں، ان سب کا حل اس قرآن مجید کے اندر موجود ہے۔ تزکیہ سے ترتیب درست ہو چکی ہو دل نرم پڑ چکے ہوں۔ سینے کے اندر کے رذائل کا ازالہ ہو چکا ہو۔ تب یہی قرآن ہے، جو ایسے تمام مسائل کے معتدل و متوازن حل کی طرف رہنمائی کرے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے۔ اس میں قرآن مجید کی عظمت و فضیلت کا بڑی جامعیت کے ساتھ بیان ہے۔ امام ترمذی اور امام دارمی رحمہما اللہ نے اپنی مرتب کردہ صحیح احادیث کے مجموعوں میں اس کو روایت کیا ہے۔ اس حدیث کو ہم نے بہت عام کیا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ۔ "عنقریب ایک بہت بڑا فتنہ رونما ہونے والا ہے"۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں: قُلْتُ ۔ میں نے عرض کیا، مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ — دیکھئے میں یہاں یہ عرض کیا کرتا ہوں کہ صحابہ کرامؓ کا مزاج کیا تھا! انہوں نے یہ نہیں پوچھا کہ فتنہ کب آئے گا! کیوں آئے گا اور کیسا ہوگا اور کہاں سے یہ فتنہ آئے گا! یہ سارے سوالات علمی ہیں۔ صحابہ کرامؓ کا رجحان عمل کی طرف تھا لہٰذا حضرت علیؓ نے ان علمی سوالات میں سے کوئی نہیں کیا۔ سوال کیا تو صرف ایک: مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ "حضورؐ یہ فرمایئے کہ اس سے نکلنے کا راستہ کون سا ہوگا۔" آپؐ نے فرما دیا کہ فتنہ آئے گا۔ اب ہمیں کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے، اس سے بچنے کا راستہ بتایئے۔ یہ ہے عملی شکل۔ اس کے جواب میں حضورؐ نے جو ارشاد فرمایا ہے، میرے حقیر مطالعہ کی رو سے عظمت و فضیلت قرآن پر یہ طویل ترین حدیث ہے۔ آپؐ نے فرمایا تم نے اے علیؓ اس فتنہ کا مخرج پوچھا ہے تو سن رکھو: "كِتَابُ اللّٰهِ"۔ یہ اللہ کی کتاب ہے جو فتنہ سے بچانے والی ہے۔ پھر آپؐ نے کتاب اللہ کی مدح ان الفاظ میں فرمائی: فِيْهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ۔" اس میں تم سے پہلے جو لوگ گزر چکے ان کے حالات بھی ہیں، تمہارے بعد جو حالات آنے والے ہیں، ان کی خبریں بھی اس میں موجود

ہیں تمہارے مابین تاقیام قیامت جتنے جھگڑے اور قضیئے اٹھیں گے ان سب کا حل اس میں موجود ہے۔" هُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدٰى فِي غَيْرِهِ اَضَلَّهُ اللّٰهُ ۔" یہ (قرآن) قولِ فیصل ہے، یہ فضول بات اور یاوہ گوئی سے پاک ہے، جو کوئی غرور اور سرکشی کے باعث اس سے مُنہ موڑے گا تو اللہ اس کو توڑ کر رکھ دے گا اور جو کوئی قرآن کو چھوڑ کر کہیں اور سے ہدایت کا متلاشی ہوگا اللہ اُسے گمراہ کر دے گا۔" یعنی اس کے حصّہ میں اللہ کی طرف سے صرف گمراہی آئے گی اور وہ ہدایت سے محروم رہے گا۔" وَهُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ " اور قرآن ہی اللہ کی مضبوط رسی یعنی اللہ سے تعلق کا مضبوط ذریعہ اور وسیلہ ہے[1]، قرآن ہی محکم نصیحت نامہ ہے"۔ سورہ یونس میں قرآن کو موعظہ قرار دیا گیا اور یہاں ذکر۔ جس کے معنی و مفہوم یاد دہانی اور نصیحت ہے[2]۔" اور قرآن ہی صراطِ مستقیم ہے"۔ نماز کی ہر رکعت میں جب آپ سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں تو دعا کرتے ہیں: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۔ تو وہ صراطِ مستقیم ہمیں اللہ نے قرآن مجید کی صورت میں عطا کیا ہوا ہے۔ اس پر غور کرو، اسے سمجھو، اس کی گہرائیوں میں غوطہ زنی کرو تمہیں اپنے تمام مسائل کا حل اسی قرآن میں ملے گا۔ حدیث کا ابھی کچھ حصہ باقی ہے وقت کی کمی کی وجہ سے میں اُسے چھوڑ رہا ہوں۔ انجمن کی طرف سے دورانِ رمضان ایک چار ورقہ شائع کیا گیا ہے جس میں یہ پوری حدیث مذکور ہے اسے حاصل کر کے اس کا مطالعہ کرنے کی درخواست ہے۔

سورہ یونس کی زیرِ گفتگو آیت میں جو تیسرا لفظ آیا هُدًى ۔ تو اس کی قدرے تشریح میں نے بیان کی ہے اور اسی ضمن میں عظمت و فضیلت قرآن سے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل اور جامع حدیث کے اکثر حصے کی بھی وضاحت ہوگئی۔ قرآن کو متعدد مقامات پر اور متعدد مباحث کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے "الھدیٰ" فرمایا ہے۔ میرے غور و مطالعہ کا حاصل یہ ہے کہ الھدیٰ کے لفظ میں ذہنی و فکری رہنمائی کے مفہوم کا عنصر غالب ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جب علمی رہنمائی ہوگی تب ہی عملی رہنمائی بھی ہو گی۔ اس لیے کہ صحیح علم صحیح عمل کو جنم دیتا ہے۔ صحیح فکر صحیح رویہ کو پیدا کرتا ہے۔ صحیح نقطۂ نظر انسان کے صحیح طرزِ عمل پر منتج ہوتا ہے۔ لہٰذا نظریہ اگر درست ہوا، فکر درست ہوا، رہنمائی صحیح ملی تو عمل بھی

---

[1] سورہ آل عمران میں جو حکم آیا ہے: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ تو حدیث کے اس حصّہ نے اس کی تبیین و توضیح اور تشریح و تفسیر فرما دی کہ حبل اللہ سے مراد صرف قرآن مجید ہے۔ (مرتب)

[2] ہم نے نامعلوم ذکر کے کون کون سے طریقے استعمال کر رکھے ہیں۔ جبکہ الذکر، مجسّم ذکر، اور سرتاپا ذکر یہ قرآن ہے۔